ماسٹر پیس

طاہر جاوید مغل

فن کی بلندیوں کو چھونا کسی بھی فن کار کی وہ تمنا ہوتی ہے جس کی خاطر وہ اپنا آپ بھی داؤ پر لگانے کو تیار رہتا ہے۔ وہ بھی ایک اداکارہ تھی اور ایک لافانی کردار ادا کرنا چاہتی تھی مگر اسے اس کا موقع کچھ عجیب انداز میں ملا۔

جدوجہد آزادی فلسطین کے پس منظر ایک دکھیاری ماں کا قصہ

دوستی اور محبت وغیرہ کے لیے ضروری نہیں ہوتا کہ فریقین میں ایک جیسی خصوصیات پائی جاتی ہوں۔ بعض اوقات جیون بھر ایک رشتے میں منسلک رہنے والے لوگ اپنے مزاج اور عادات کے لحاظ سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ کچھ یہی حال باقر مشعال اور اُمِ ریاض کا تھا۔ دونوں پچھلے قریباً پینتیس سال سے میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے تھے۔ تاہم ان کے نظریات اور معمولات وغیرہ میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ وہ ایک دوسرے سے بہت محبت بھی کرتے تھے۔ ہر دکھ سکھ میں شریک بھی رہتے تھے لیکن اس کے باوجود کئی لحاظ سے ایک دوسرے سے دور بھی تھے۔

باقر مشعال الازہر یونیورسٹی سے فارغ التحصیل تھے۔ وہ ایک فلسطینی اخبار سے منسلک تھے اور آزادی کی تحریکوں میں بھرپور دلچسپی لیتے تھے۔ وہ غزہ میں اپنے خوش نما گھر میں امِ ریاض اور اپنے اٹھارہ سالہ بیٹے وقاص کے ساتھ رہتے تھے۔ بڑے تین بیٹوں میں سے دو کی شادی ہو چکی تھی جبکہ ایک بیٹا عرصۂ دراز سے لاپتا تھا۔

اپنے خاوند کے برعکس ام ریاض زیادہ مذہبی نہیں تھی۔ وہ فیشن کے مطابق لباس پہنتی تھی۔ عربی کے بجائے اکثر انگریزی میں بات کرتی تھی۔ فنونِ لطیفہ سے اسے خصوصی لگاؤ تھا۔ شادی کے دو سال بعد ہی اپنے شوہر کی اجازت سے اس نے ٹی وی پر ایک ڈاکومینٹری فلم میں کام کیا تھا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ چل نکلا تھا۔ ام ریاض کو ٹی وی پر کام ملنے لگا تھا۔ اگلے چند برسوں میں اس نے درجنوں ٹیلی فلموں اور اسٹیج ڈراموں میں کام کیا تھا اور ایک جانی پہچانی شخصیت بن گئی تھی۔ بہرحال شوبز سے وابستہ ہونے کے باوجود ام ریاض ایک باوقار اور سنجیدہ خاتون ہی نظر آتی تھی۔

یہ بات نہیں تھی کہ ام ریاض کو اپنے شوہر کے ''کاز'' سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ بیشتر فلسطینیوں کی طرح وہ بھی فلسطین کی آزادی چاہتی تھی۔ اپنے انٹرویوز میں وہ اکثر اس حوالے سے بات کرتی نظر آتی تھی۔ اس نے پروڈیوسروں سے خصوصی فرمائش کر کے چند ایسے PLAYS میں بھی کام کیا تھا جن کا موضوع فلسطین کی آزادی تھا۔ بہرحال یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ اپنے شوہر کی طرح آزادیٔ فلسطین کی سرگرم کارکن نہیں تھی۔

بچوں میں سے تیسرے نمبر کا بیٹا سو فیصد اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلا تھا بلکہ اس سے بھی آگے نکل گیا تھا۔ اس کا نام احسن طلال تھا۔ وہ ماں باپ کو پیارا بھی بہت تھا۔ احسن لڑکپن میں ہی ایک جہادی تنظیم سے وابستہ ہو گیا تھا۔ پھر مشعال اور ام ریاض کو پتا ہی نہیں چلا کہ کب وہ اسرائیلی ٹینکوں کو پتھر

Scanned by CamScanner

مارتے مارتے ان پر گولیاں چلانے لگ گیا ہے..... وہ اپنے راستے پر بڑی تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔ جلد ہی اسے روپوش ہونا پڑا تھا۔ یوں وہ اپنے گھر اور اپنے والدین سے بہت دور چلا گیا تھا۔

مشعال اور ام ریاض سے احسن کی ملاقات بس کبھی کبھار ہی ہوتی تھی۔ یہ خفیہ ملاقات ہوتی تھی۔ ان ملاقاتوں میں تسلسل بھی نہیں تھا۔ کبھی چند دن کے وقفے سے اوپر تلے کئی ملاقاتیں ہوجاتی تھیں۔ کبھی پورا پورا سال گزر جاتا تھا اور انہیں احسن کی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ احسن اب مکمل طور پر ایک ''مجاہد'' کی شخصیت میں ڈھل چکا تھا۔ اس نے مکمل عسکری تربیت حاصل کی تھی۔ گوریلا وار کے سارے داؤ پیچ اسے آتے تھے۔ اس نے اپنی تنظیم کی ہی ایک ساتھی لڑکی سے شادی بھی کرلی تھی۔ شروع شروع میں اسرائیلیوں نے مشعال اور اس کے اہلِ خانہ کو خاصا تنگ کیا تھا۔ وہ اکثر مشعال یا اس کے کسی بیٹے کو پکڑ کر لے جاتے تھے اور ہراساں کرتے تھے۔ مشعال کے بیٹوں سے پوچھ گچھ کے دوران میں مار پیٹ بھی کی جاتی تھی۔ ان کے گھر کو بارود سے اڑانے کی دھمکیاں دی جاتی تھیں اور وہ سارے ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے تھے جو رائج تھے لیکن پھر دھیرے دھیرے یہ سلسلہ کم ہوگیا تھا۔ فوجیوں نے بتدریج یہ باور کرلیا تھا کہ مشعال اور اس کے اہلِ خانہ کا احسن سے کوئی براہِ راست تعلق نہیں ہے۔

☆☆☆

وقت اپنی مخصوص رفتار سے چلتا رہا۔ مشعال نے آزادیِ فلسطین کے لیے اپنا قلمی جہاد جاری رکھا۔ وہ اب پی ایچ ڈی کرچکے تھے اور انہیں ڈاکٹر مشعال بھی کہا جاتا تھا۔ دوسری طرف ام ریاض بھی اپنے کام میں مگن رہی۔ وہ ایک جانی پہچانی شخصیت تھی۔ لبنانی ٹی وی پر ایک طویل سیریل میں کام کرنے کے بعد اس کی شہرت میں اضافہ ہوا تھا۔ وہ سنجیدہ اور اصلاحی رول کرتی تھی۔ غم واندوہ کے کرداروں میں تو وہ یوں ڈوب جاتی تھی کہ افسانے پر حقیقت کا گمان ہونے لگتا تھا۔ شاید اس زبردست کردار نگاری میں ام ریاض کے ذاتی دکھ کا بھی عمل دخل تھا۔ احسن کی جدائی کا دکھ ام ریاض کی شخصیت کا حصہ بن چکا تھا۔ کسی وقت جب وہ موڈ میں ہوتی تو اپنے شوہر سے کہتی ''مشعال، کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ کسی ایسی کہانی میں کام کروں جو ہمارے اور احسن کے حالات کا عکس ہو..... اگر مجھے کوئی ایسا کردار مل گیا تو دیکھنا، میں اسے اپنی اداکاری سے یادگار بنادوں گی۔''

''لیکن کردار ملے گا تو تب ہے نا..... موجودہ حالات میں اس قسم کا رسک کون لیتا ہے۔ ہر شخص آسانیاں چاہتا ہے۔ میں تو کہتا ہوں بس وہی عشق ومحبت کی بنی بنائی کہانی ہے جو ہم برسوں سے ٹی وی اور سینما وغیرہ کی اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔''

''یہ بات نہیں ہے مشعال!'' ام ریاض فوراً شوہر کی بات کی تردید کرتی ''شوبز میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کے دل میں تڑپ ہے۔ وہ اپنے وسائل اور اپنی حدود میں رہتے ہوئے کوشش کرتے رہتے ہیں..... لیکن..... مسئلہ یہ ہے کہ ہم ٹی وی دیکھتے ہی بہت کم ہو۔''

''چلو، ہم بھی دیکھیں گے، جب کوئی ایسا کردار کروگی۔''

''اگر کردار نہ ملا تو میں خود ڈراما پروڈیوس کروں گی، تم دیکھ لینا'' ام ریاض ٹھسے سے کہتی۔

لیکن بندے کی ساری خواہشیں تو پوری نہیں ہوتیں۔ وقت گزرتا رہا۔ ام ریاض کی عمر اب ڈھل رہی تھی۔ وہ کچھ بیمار بھی رہنے لگی تھی۔ اسے دمے کی شکایت ہوجاتی تھی۔ اسٹیج پلے تو کام ہی ''آواز کے دم خم'' کا ہے۔ ام ریاض زور سے بولتی تھی تو اس کا دم اکھڑنے لگتا تھا۔ بتدریج اسٹیج پلے اس سے چھوٹ گئے۔ ٹی وی پر بھی اب وہ پہلے سی پذیرائی نہیں تھی۔ سچ کہتے ہیں کہ ہر صبح کی شام ہوتی ہے اور ہر عروج کو زوال آتا ہے۔ ام ریاض بھی اب روبہ زوال تھی۔ پھر ایک وقت آیا جب اس کی تکلیف زیادہ بڑھ گئی..... سردیوں کے دن تھے۔ ام ریاض کے لیے بولنا تک محال ہوگیا۔ اس کی تکلیف کو بڑھاوا دینے میں کچھ عمل دخل اردگرد کے حالات کا بھی تھا۔

تقریباً ایک برس بیت گیا تھا کہ احسن سے ان کی کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ ایک دو خبریں ایسی بھی ملی تھیں جن سے یہ روح فرسا شبہ ہوتا تھا کہ شاید وہ موساد یا اسرائیلی فوجیوں کے ہاتھوں شہید ہوگیا ہے لیکن پچھلے ماہ ایک بار پھر اس کی شہادت کی تردید ہوگئی تھی۔ احسن کو ''صابرہ'' کے علاقے میں دیکھا گیا تھا۔ وہاں وہ ایک اسرائیلی فوجی کو ہلاک اور دو کو زخمی کرکے بھاگ گیا تھا۔ درحقیقت پچھلے دو ڈھائی سال سے احسن اسرائیلیوں کے لیے چھلاوا بنا ہوا تھا۔ وہ اسرائیلی انتظامیہ کو مطلوب افراد کی فہرست میں بہت اوپر آگیا تھا۔ اس کے بارے میں کوئی اطلاع ملتی تھی، اسرائیلی پوری تیاری کے ساتھ چھاپا مارتے تھے، انہیں توقع ہوتی تھی کہ اس مرتبہ وہ ٹی وی پر اس کی لاش کی نمائش کرسکیں گے لیکن ہاتھ کچھ نہیں آتا تھا۔ یہ بھی سنا گیا تھا کہ وہ مختلف روپ بدلتا ہے۔ کبھی داڑھی کے ساتھ، کبھی لمبے بالوں کے ساتھ اور کبھی کسی ادھیڑ عمر شخص کی صورت میں نظر آتا ہے۔ وہ بڑی دلیری کے ساتھ ایسے

Scanned by CamScanner

علاقوں میں گھس جاتا تھا جہاں اس کی موجودگی کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا' اطمینان سے کارروائی کرتا اور ''پکڑنے والوں'' کی آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل جاتا۔

پچھلے نومبر میں احسن اور اس کے ساتھیوں نے گھات لگا کر ایک فوجی ٹرک پر فائرنگ کی تھی۔ اس واقعے میں ایک کیپٹن سمیت تین اسرائیلی ہلاک ہوئے تھے۔ نتیجے میں اسرائیلیوں نے شدومد کے ساتھ احسن کو ڈھونڈا تھا۔ غیظ و غضب کی لہر میں وہ احسن کے بڑے بھائی سفیان کو بھی اٹھا کر لے گئے اور کئی دن تک ذہنی اور جسمانی اذیت کا شکار رکھا۔ پھر ایک دن خبر آئی کہ احسن کو ''رملہ'' کے قریب ان کا وٹنر میں شہید کر دیا گیا ہے۔ اخباروں میں اس واقعے کی نمایاں خبریں آئیں لیکن دو روز بعد ہی اس خبر کی بھی تردید ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ جاں بحق ہونے والا الفتح کا ایک رکن تھا۔ اس کی صورت اور جسامت وغیرہ احسن سے ملتی جلتی تھی۔

ایک روز جب ام ریاض اپنے بیڈروم میں لیٹی مسلسل کھانس رہی تھی۔ ڈاکٹر مشعال اندر داخل ہوئے۔ ام ریاض کے قریب بیٹھ کر انہوں نے اپنا ہاتھ اس کی جلتی پیشانی پر رکھ دیا اور بولے ''تمہارے لیے ایک اچھی خبر ہے۔ احسن نے اپنے دوست ابونصیر سے فون پر بات کی ہے۔ وہ اومان سے بول رہا تھا۔''

''سچ'' ام ریاض کی آنکھوں میں خوشی کے چراغ جل اٹھے۔

''تو کیا میں تم سے جھوٹ بولوں گا'' ڈاکٹر مشعال نے کہا۔ ''آج ابونصیر خود مجھے بتانے کے لیے آیا تھا۔''

''کیا کہا اس نے؟'' ناتواں ام ریاض اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''وہ بتا رہا ہے کہ احسن اور اس کے ساتھیوں نے ایک اچھا فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ اب کچھ عرصے کے لیے اردن کے مضافاتی علاقے میں روپوش ہو رہے ہیں۔''

''اوہ مائی گاڈ!'' ام ریاض نے سینے پر ہاتھ رکھا ''کاش' ایسا ہی ہو۔''

ڈاکٹر مشعال نے ایک گہری سانس لی اور بولے۔ ''ابونصیر کی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ احسن اب ڈیڑھ دو سال کے لیے مکمل خاموشی اختیار کرے گا۔ یہ بات وہ بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کی تلاش کی سرگرمیاں بہت زور پکڑ گئی ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں اس کا کچھ دیر کے لیے منظر سے ہٹنا ہی بہتر ہے۔''

ام ریاض خاموش بیٹھی رہی۔ اس کی آنکھوں کے گوشے

Scanned by CamScanner

بھیگ گئے۔ پھر ان بھیگے گوشوں سے دو موتی نمودار ہوئے اور اس کے زرد رخساروں پر لڑھک گئے۔ کھڑکیوں سے باہر ایک سرد شام دھیرے دھیرے پر پھیلا رہی تھی' ہوا میں زرد پتوں کی کھڑکھڑاہٹ تھی۔ ام ریاض نے تکیے سے ٹیک لگائی اور بولی ''مشعال! میں نے بہت کام کیا ہے۔ سیکڑوں کردار ادا کیے ہیں لیکن ایک کردار اب بھی مجھ پر قرض ہے۔ ایک یادگار کردار..... میں اس کردار میں ڈوب کر امر ہو جانا چاہتی ہوں۔ ایک دکھیاری فلسطینی ماں کا کردار..... میں چاہتی ہوں کہ میرے مرنے کے بعد جب بھی تم اسکرین پر یہ کردار دیکھو' تمہاری آنکھوں میں آنسو آ جائیں اور تم مجھے بار بار معاف کرنے پر مجبور ہو جاؤ۔ میں جانتی ہوں' میں نے ساری زندگی تمہارے ''کاز'' کے لیے کچھ نہیں کیا۔ اپنے حال میں مست رہی ہوں لیکن ایک یادگار کردار میں جان ڈال کر اور اسے امر بنا کر میں اپنی ساری کوتاہیوں کا مداوا کر دینا چاہتی ہوں۔''

''تمہاری حالت اب ایسی نہیں ہے ڈیئر! کہ تم کوئی ایسا بوجھ اٹھا سکو۔''

''نہیں مشعال! میں اٹھا سکتی ہوں..... اگر میں نہ اٹھا سکی تو شاید چین سے مر بھی نہ سکوں۔ پلیز' تم کسی طرح میری مدد کرو۔''

مشعال کے ہونٹوں پر پھیکی مسکراہٹ ابھری ''میں کیا کروں؟''

ام ریاض کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوب گئیں۔ کچھ دیر بعد وہ بولی ''کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں بھی کسی طرح اردن پہنچ جاؤں۔''

''تمہارا دماغ خراب ہے۔ تم اپنی حالت دیکھو۔ اردگرد کے حالات دیکھو۔''

''نہیں مشعال! ابھی نہیں..... کچھ دیر بعد..... ہم دو چار مہینے انتظار کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس دوران میں احسن کی تلاش کا کام ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ پھر تم مجھے کسی طرح چپکے سے اومان لے جانا۔''

''وہاں کیا ہوگا؟''

''وہاں میرا ایرانا پروڈیوسر حسنات غزالی کام کر رہا ہے۔ میں اس سے کہوں گی کہ وہ میرے لیے جلدی سے کوئی کہانی ڈھونڈے..... بلکہ میرا خیال ہے..... میرا خیال ہے کہ اس کے پاس ایک دو کہانیاں موجود بھی ہوں گی۔ تمہیں پتا ہی ہے کہ اس نے پچھلے دنوں فلسطینی پولیس کے حوالے سے ایک زبردست ٹیلی فلم پیش کی تھی..... اگر میں نے.....''

ایک دم ام ریاض کو کھانسی کا دورہ پڑا اور اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ وہ جب جذباتی لہجے میں بات کرتی تھی اسی طرح ہوتا تھا۔ مشعال نے اس کے گلے پر مساج کیا۔ اسے نیم گرم پانی پلایا اور اسے سہارا دے کر سیدھا لٹا دیا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر مشعال اسے سمجھانے والے انداز میں بولا ''دیکھو ڈیئر! تمہاری حالت ایسی نہیں ہے کہ تم لمبی چوڑی منصوبہ بندیاں کرو اور میری بات کا برا نہ ماننا تمہیں یہ بات مان لینی چاہیے کہ اب اسٹیج' ٹی وی وغیرہ تمہاری ''طلب'' ختم ہو چکی ہے۔ بے شک ایک وقت تھا کہ تم حسنات جیسے لوگوں سے اپنی من پسند کہانی میں من پسند کردار لے سکتی تھیں لیکن اب شاید ایسا نہ ہو سکے اور بالفرض محال ہو بھی جائے تو کیا تم اس قابل ہو کہ ایسے کسی کردار سے انصاف کر سکو..... پلیز ڈیئر! پلیز..... اب اپنے حالات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''میں تو سمجھ رہی ہوں..... لیکن تم نہیں سمجھ رہے' میں کفارہ چاہتی ہوں اور یہ اسی طرح ادا ہو سکے گا۔ چاہے چھوٹا سا کردار ہی ہو لیکن یادگار ہو..... ایک بے مثال کردار نگاری..... ایک ماسٹر پیس' ہاں ایک ماسٹر پیس.....'' وہ وجد میں بولتی چلی گئی۔ اس کی آنکھیں کہیں دور دیکھ رہی تھیں اور ہونٹ ہل رہے تھے ''مشعال..... پلیز' پلیز..... مجھے ایسا کرنے دو۔ ممکن ہے کہ اومان میں' میں احسن کو بھی دیکھ سکوں۔ میں احسن کو دیکھ لوں گی تو میرے اندر بڑی توانائی آ جائے گی۔ میں گھنٹوں کیمرے کے سامنے کھڑی ہو سکوں گی۔ تم دیکھ لینا' میں ایسا کر گزروں گی۔ احسن میرے آس پاس ہوگا تو میرا کردار خود بخود بول اٹھے گا۔ اس میں زندگی دوڑ جائے گی۔ وہ بے مثال بن جائے گا..... یادگار..... ماسٹر پیس' ہاں مشعال! ماسٹر پیس۔''

''خواب و خیال کی باتیں مت کرو ڈیئر!'' مشعال نے ہولے سے اس کے بالوں کو سہلایا۔ ''انسان جب انہونیوں کے پیچھے بھاگتا ہے تو خود کو اذیتوں کے سپرد کر دیتا ہے..... میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سوچنا چھوڑ دو لیکن وہ سوچو جو تمہارے دائرۂ اختیار میں آ سکے۔''

☆☆☆

ڈاکٹر مشعال نے ٹھیک کہا تھا۔ اگلے دو تین ماہ میں ام ریاض کی حالت سنبھلنے کے بجائے مزید خراب ہوئی۔ اسے کثرت سے ''ان ہیلر'' استعمال کرنا پڑتا تھا اور وہ مسلسل دوائیں بھی لے رہی تھی۔ ڈاکٹروں نے اسے مکمل آرام کا مشورہ دے رکھا تھا۔ لیکن اس کے اندر جیسے کوئی لہر بار بار اٹھتی تھی اور اس کے سکون کو اتھل پتھل کر دیتی تھی۔ اپنے اندر

Scanned by CamScanner

امنگ ترنگ زندہ رکھنے کے لیے وہ اکثر ویڈیو پر اپنے پرانے PLAYS دیکھتی رہتی تھی' کسی وقت مشعال دیکھتا کہ وہ فون پر کسی پروڈیوسر یا فنانسر وغیرہ سے بات کر رہی ہے۔ کبھی وہ اسکرپٹس کا کوئی پلندا لے کر بیٹھ جاتی..... مشعال جانتا تھا یہ سب سعیِ لاحاصل ہے لیکن وہ اکثر خاموشی اختیار کرتا تھا۔

ان دو تین مہینوں میں بھی احسن کی تلاش زور و شور سے جاری رہی تھی۔ درحقیقت وہ اسرائیلی انتظامیہ کے لیے مستقل دردسر بن چکا تھا۔ ہر ایک دو ہفتے بعد کوئی نہ کوئی کارروائی اس کے کھاتے میں ڈال دی جاتی تھی..... پھر مار دھاڑ ہوتی تھی' گرفتاریاں ہوتی تھیں۔ شہ سرخیاں لگتی تھیں۔ لیکن فوج کے ہاتھ کچھ نہیں آتا تھا۔ اس دوران میں اسرائیلی فوجیوں نے غزہ کے ایک دور دراز علاقے سے ایک نامعلوم حملہ آور کو گرفتار کیا تھا۔ یہ افواہ اڑ گئی تھی کہ احسن گرفتار ہو گیا ہے..... اس نوجوان کو شناخت کے لیے شہر لایا جا رہا تھا کہ راستے میں ہی اس شخص نے ایک اسرائیلی کی رائفل سے خود کو گولی مار لی تھی۔ بعد ازاں پتا چلا کہ یہ کوئی جرائم پیشہ شخص تھا۔ تحریکِ آزادی سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

مسئلہ یہ تھا کہ اسرائیلی انتظامیہ کے پاس احسن طلال کی کوئی واضح تصویر بھی نہیں تھی۔ جو ایک دو تصویریں موجود تھیں وہ کافی پہلے کی تھیں۔ اس کے علاوہ وہ بھیس بدل کر بھی اسرائیلیوں کو زچ کرتا تھا۔ اسرائیلی ہمیشہ احسن کی شناخت کے حوالے سے پریشان رہے تھے اور یہی پریشانی اب بھی تھی۔

وہ بہار کے دن تھے..... لیکن یہ بہار بھی غزہ اور اس کے گرد و نواح پر خزاں کی طرح آئی تھی۔ روزانہ دھواں اٹھتا تھا۔ روزانہ بارود کی بو پھیلتی تھی۔ ننھے بچے ننھے ہاتھوں سے دیوہیکل ٹینکوں پر ننھے پتھر پھینکتے تھے۔ ام ریاض کی طبیعت جوں کی توں تھی۔ اردن جانے کا خیال ابھی تک اس کے ذہن سے مکمل طور پر نکلا نہیں تھا۔ اب بھی وہ فون پر ایک واقف کار سے اسی بارے میں معلومات حاصل کر رہی تھی۔ گفتگو میں بار بار پروڈیوسر حسنات کا نام بھی آ رہا تھا۔ اچانک ایک چیخ سنائی دی۔ گھریلو ملازمہ دوڑتی ہوئی آئی اور اس نے بتایا کہ ٹی وی پر بری خبر آئی ہے۔

''کیسی خبر؟'' ام ریاض نے اپنا کلیجا تھامتے ہوئے اور خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

''میں کس منہ سے بتاؤں' آپ خود سن لیں'' ملازمہ نے اشکبار لہجے میں کہا اور ٹی وی آن کر دیا۔

ام ریاض کے اندیشوں کے عین مطابق' یہ احسن کی شہادت کی خبر تھی۔ ابھی وہ یہ خبر پوری طرح سن بھی نہیں پائی تھی کہ دروازے پر کسی جیپ کے انجن کی کرخت آواز سنائی دی چند سیکنڈ بعد گھر کا فرش وزنی بوٹوں کی دھمک سے گونج اٹھا۔ یہ اسرائیلی فوجی تھے۔ ساتھ میں لیڈیز اہلکار بھی تھیں۔ یہ لوگ سیدھے ام ریاض کے کمرے میں پہنچ گئے۔

''مسٹر باقر مشعال کہاں ہیں؟'' ایک عینک والے افسر نے پوچھا۔

''وہ شہر سے باہر ہیں۔''

''تم مسز مشعال ہو؟''

''ہاں..... کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''تمہیں ہمارے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنا ہوگا۔''

''کیوں' کس لیے؟''

''یہ ضروری ہے۔ تھوڑی دیر میں تمہیں واپس چھوڑ جائیں گے۔''

ام ریاض کے گلے میں آنسو جمع ہو رہے تھے۔ وہ چیختی ہوئی آواز میں بولی ''کیوں لے جانا چاہتے ہو مجھے؟ مجھ سے میرے بیٹے کی..... لاش شناخت کرواؤ گے؟ اور تم کر بھی کیا سکتے ہو؟ اور تم کر بھی کیا سکتے ہو؟''

تھوڑی ہی دیر بعد ام ریاض پولیس اسٹیشن میں تھیں۔ ایک مستطیل کمرے میں اسٹریچر پر ایک جسم سفید چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ چادر پر خون کے دھبے تھے۔ چند افراد ارد گرد خاموش کھڑے تھے۔ یہ قیامت کے لمحے تھے۔ اس چادر کے پیچھے

مہارت

مودی صاحب شاہ جی کو اپنی موٹر سائیکل پر پیچھے بٹھا کر روانہ ہوئے تو شاہ جی کافی گھبرا رہے تھے۔ وہ موٹر سائیکل پر سفر کرنے کے عادی نہیں تھے۔ مودی صاحب نے تیز رفتاری سے شارع فیصل پر موٹر سائیکل دوڑاتے ہوئے گردن موڑ کر اونچی آواز میں شاہ جی کو تسلی دی ''آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں..... میں دن میں دس مرتبہ اس سڑک سے گزرتا ہوں۔ اس کا چپہ چپہ میرا جانا پہچانا ہے۔ مجھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ اس سڑک میں کہاں کہاں گڑھا ہے.....''

عین اسی وقت موٹر سائیکل ایک گڑھے سے گزری اور بری طرح اچھلی۔ شاہ جی گرتے گرتے بچے۔ مودی صاحب بات جاری رکھتے ہوئے بولے ''.....اور یہ انہی گڑھوں میں سے ایک گڑھا تھا۔''

Scanned by CamScanner

اس کے لختِ جگر کا چہرہ ہو سکتا تھا..... اور نہیں بھی۔ ہونے اور نہ ہونے میں چند ساعتوں کا فرق تھا۔ ہاں' یہ قیامت کی ساعتیں تھیں۔ ام ریاض کا کانپتا ہاتھ دھیرے دھیرے چادر کی طرف بڑھا۔ اسے بتا دیا گیا تھا کہ لاش مسخ ہے' اس لیے وہ ہمت سے کام لے۔

ہر زمانے میں دکھیاری ماؤں سے ظالم ہمیشہ یہی کہتے رہے ہیں کہ وہ ہمت سے کام لیں۔

وہ ہمت سے کام لے رہی تھی۔ اگر نہ لیتی تو شاید اپنے گھر سے اسپتال تک پہنچ بھی نہ سکتی۔ ہاتھ چادر کی طرف بڑھا۔ دل دھڑک رہا تھا..... امید و بیم کے درمیان ڈوب رہا تھا' ابھر رہا تھا۔ پھر اس نے چادر سرکائی۔ آہ..... اس کام کے لیے پتھر کا جگر اور فولاد کا دل درکار تھا۔ اس کے سامنے ایک خون آلود کٹا پھٹا چہرہ تھا۔ بال لہو میں لتھڑے ہوئے۔ ایک رخسار ندارد..... گردن کے پرخچے اڑے ہوئے۔ ہاں یہ ایک شہید کا چہرہ تھا اور یہ شہید کون تھا؟

ام ریاض کے ہاتھوں نے بے تابی سے قمیص کے چیتھڑے سینے پر سے ہٹائے۔ بغل کے نیچے کچھ دیکھا پھر لپک کر پنڈلی کی طرف آئی۔ اشک بار نگاہوں کو پنڈلی پر مرکوز کیا۔ پھر ایکا یکی اس کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی۔ یہ اس کا احسن تھا..... ہاں' یہ اس کا احسن تھا..... یہی تھا اس کا لختِ جگر۔ وہ جسم و جاں کی پوری قوت کے ساتھ اپنے شہید کے پارہ پارہ جسم سے لپٹ گئی۔ وہ کربناک انداز میں چیخ رہی تھی اور اپنے شہید کے جسم پر بوسے دے رہی تھی۔ وہ اس کے ہاتھ پاؤں' سینہ اور پور پور چوم رہی تھی۔ تب اچانک وہ دیوانی سی ہو گئی۔ وہ مڑی اور زخمی شیرنی کی طرح فوجیوں پر جھپٹی۔ اس نے وحشیانہ انداز میں لمبے تڑنگے عینک پوش کرنل کی گردن دبوچی ''میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی..... تم نے میرا احسن مارا ہے۔ تم نے میرا بیٹا چھینا ہے'' وہ ہذیانی انداز میں چیختی چلی گئی۔ اہلکاروں نے ام ریاض کو تین اطراف سے جکڑا اور گھسیٹتے ہوئے کرنل سے دور لے گئے۔ ایک کیپٹن نے ام ریاض کو طمانچہ مارا اور اسے دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ وہ مسلسل نوحہ کناں تھی۔

☆☆☆

احسن کی آخری رسومات ادا ہوئے تین ہفتے ہو چکے تھے۔ ایک شدید طوفان کے بعد حالات معمول پر آنا شروع ہو گئے تھے لیکن ام ریاض کے لیے حالات معمول پر نہیں آئے تھے۔ اسپتال میں شہید کی لاش شناخت کرنے کے بعد وہ اتنے کرب سے روئی چلائی تھی کہ اس کے گلے سے خون جاری ہو گیا تھا۔ اسے فوری طور پر اسپتال ایڈمٹ کرنا پڑا تھا۔ اب تین ہفتے گزرنے کے بعد وہ گھر تو واپس آ گئی تھی لیکن اس کی حالت جوں کی توں تھی۔ کسی وقت تو یوں لگتا تھا کہ وہ اب کچھ ہی دن کی مہمان ہے۔

ایک شام ڈاکٹر مشعال گھر لوٹے تو ان کے چہرے پر دبی دبی خوشی تھی۔ دروازہ بند کر کے وہ ام ریاض کے پاس آ بیٹھے۔ ام ریاض ان ہیلر کے ذریعے بمشکل سانس لے رہی تھی۔ مشعال نے حسبِ معمول اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور بولے ''تیرے لیے خوش خبری ہے۔ اومان سے ابونصیر کے ہاں آج پھر احسن کا فون آیا ہے۔ وہ بالکل خیریت سے ہے۔ وہ اس بات پر بہت ''خوش'' ہے کہ اسرائیلی انتظامیہ اسے مردہ تصور کر رہی ہے..... میں نے خود اس سے بات کی ہے۔ وہ تیری صحت کے بارے میں فکرمند تھا اور بار بار تیرا حال پوچھ رہا تھا۔''

ام ریاض کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چمک گئے ''خدا اس کو اپنی امان میں رکھے' جب کبھی اس سے ملو' میری طرف سے اس کی پیشانی پر تین بوسے ضرور دینا۔''

''یہ بوسے تم خود دینا'' مشعال نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''نہیں مشعال! میرا وقت اب پورا ہو چکا ہے' اب زیادہ دن نہیں جیوں گی۔''

ام ریاض نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔ چند سیکنڈ خاموشی رہی پھر وہ خوابناک آواز میں بولی ''تم نے زندگی بھر میری کردار نگاری کو نہیں سراہا' کیا اب بھی نہیں سراہو گے؟ کیا اب بھی نہیں کہو گے کہ میں ایک اچھی اداکارہ ہوں؟''

مشعال کی آنکھوں سے آنسو گرے اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کا اثبات میں ہلتا سر دیکھ کر ام ریاض نے پھر آنکھیں موند لیں۔ اس کے چہرے پر عجیب سا سکون تھا۔ اس کے ہونٹوں سے پھر خواب ناک آواز نکلی ''میں برسوں سے جس یادگار کردار کی تلاش میں تھی..... وہ میں نے ادا کر دیا ہے..... میں نے کر دیا ہے نا مشعال!'' اس نے پھر سوالیہ نظروں سے مشعال کی طرف دیکھا۔

مشعال نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا ''ہاں ڈیئر! تم نے کر دیا ہے۔ دیٹ واز اے ماسٹر پیس..... آف کورس' دیٹ واز اے ماسٹر پیس!''

اس واقعے کے قریباً چار دن بعد ام ریاض مر گئی۔ مرنے کے بعد بھی اس کے چہرے پر عجیب سی آسودگی تھی۔

Scanned by CamScanner